JOURNAL OF ISLAMIC THEOLOGY
Volume 3, Issue 1(Jan - June)
ISSN E: 2709-5398 ISSN P: 2709 – 538X

Issue Link: http://www.j-islamictheology.pk/index.php/jit/issue/view/9
Article URL: http://www.j-islamictheology.pk/index.php/jit/article/view/109
Article DOI: https://doi.org/10.51603/thejournalofislamictheology.v3i1.109

Title : The essence of Abrogation and its legal status

Author (s): Samiullah,
Dr.Sahibzada Baz Muhammad

Received on: 17 March, 2021
Accepted on: 22 May, 2021
Published on: 30 July, 2021

Citation:

Samiullah,
Dr.Sahibzada Baz Muhammad
"The essence of Abrogation and its legal status"
JIT:03 No 1(2021) 97 -106

Publisher: Al-Hassan Research Center Peshawar Private Limited

Click here for more

نسخ کی حقیقت اور تشریعی حیثیت کا تحقیقی مطالعہ

The essence of Abrogation and its legal status

سمیع اللہ*

**ڈاکٹر صاحبزادہ باز محمد

Abstract

The general meaning of abrogation (Naskh) is to change a legal commandment/order. Such change takes place in all laws of the world. The rules of Shariah have similarly changed from time to time as per the need. However, the major difference between Shariah and other legal systems of the world is that changes and abrogation in the laws and decrees of the world are based on ignorance. Hence, sometimes the first decisions are proved wrong and sometimes that decision is valid in every respect, but with the passage of time, its importance and necessity disappears and change becomes necessary. But these two forms do not exist in the divine commandments because the commandments of Almighty Allah are free from ignorance. The abrogation of God's commandments takes place because Allah Almighty has already decided that this ruling is for such period of time and that too with the knowledge of how the conditions of this fixed period will be. Such abrogation is found in the Qur'an and Ahadith and it has been developed as a science by the Muslim scholars. In this article, an attempt has been made to clarify the essence of abrogation by digging into the definition, wisdom, types, cases, terms and order of abrogation.

Key words: Naskh, Abrogation,Shariah,Legal

* ریسرچ سکالر شعبہ علوم اسلامیہ جامعہ بلوچستان کوئٹہ

** سابقہ چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ بلوچستان کوئٹہ

حکومتوں میں احکام کے نسخ کا سلسلہ جاری رہتا ہے اس کی بنیاد کبھی غلطی پر ہوتی ہے یعنی ایک حکم صادر کیا جاتا ہے لیکن عمل درآمد کے بعد جب اس کے غلط نتائج سامنے آنا شروع ہوتے ہیں تو اسے بدلنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تب حکمِ سابق کو ایک نئے حکم سے منسوخ کیا جاتا ہے۔اور کبھی کم علمی حکم نیک نیتی پر مبنی ہوتا ہے لیکن حالات کا صحیح اندازہ نہ ہونے کی وجہ سے متبادل کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ کے حکم میں نسخ کا وقوع ان دونوں وجہ سے نہیں ہوتا یہاں غلط فہمی اور کم علمی دونوں کا شبہہ ہے ہی نہیں جسے بدلنے کی ضرورت پڑے۔ان دونوں سے اللہ تعالیٰ کی ذات بالاتر ہے جسے ہر چیز کے کلیات و جزئیات کا علم،بلالحاظ تفریق زمان و مکان،ہمیشہ اور ہر وقت حاصل ہے۔لہذا اللہ تعالیٰ کے احکام میں نسخ کی مصالح مختلف ہیں:

لیکن احکام میں نسخ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ حکم کی مدت حاکم کی طرف سے پہلے سے متعین ہو اس مدّت معینہ کے مکمل ہونے کے بعد حکم تبدیلی کی جائے کیا لیکن دوسروں پر اس کا ظہور تبدیلی کے بعد ہو تبدیلی احکام کی اس صورت کا روزمرہ زندگی میں مشاہدہ دیکھنے میں آتا ہے کہ مصالح، حکم،اشخاص،اقوام،احوال واطوار،امکنہ وازمنہ کے لحاظ سے اختلاف پذیر ہوتے رہتے ہیں۔مثلاً طبیب مریض کے لیے چند دن کے لیے ایک نسخہ تجویز کرتا ہے لیکن وہ جانتا ہے کہ دو چار دن کے بعد مریض کی حالت میں بہتری آچکی ہوگی اس کے بعد دوسرا نسخہ دے دوں گا۔اس کا علم طبیب کو پہلے سے ہوتا ہے لیکن مریض کو اس کا پتہ نسخہ تبدیل ہونے کے بعد ہوتا ہے جو طبیب کی مہارت پر دلالت کرتا ہے۔اس کی مثال اس طرح ہے کہ ماں اپنے بچے کے نشو نما کے لیے ابتداءً دودھ جیسی نرم غذا کا انتخاب کرتی ہے کچھ عرصہ کے بعد وہ ہلکی غذا سے ثقیل غذا کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور پھر یہ تسلسل روز مرّہ جاری رہتا ہے کہ بچہ نشو نما پانے کے ساتھ ساتھ ثقیل تر غذاؤں کی طرف بڑھتا رہتا ہے۔ اقوام عالم بھی اس اصول سے مستثنیٰ نہیں ہیں افراد کی طرح اقوام بھی مختلف حالات سے گزرتی ہیں اور پہلے قوانین کو منسوخ کر کے نئے قوانین تجویز کئے جاتے ہیں۔تغیر احوال کے ساتھ اگر احکام کی تبدیلی واقع نہ ہو تو قوانین اور ان کی مصلحتوں میں اختلال واقع ہوگا۔

نسخ کی لغوی تحقیق

لغت میں "نسخ" متعدد معانی کے لیے بولا جاتا ہے، جن میں سے چند مشہور معانی درجہ ذیل ہیں:

1) ایک معنی ازالہ ہے یعنی زائل کر دینا،اسی سے یہ محاورہ مستعمل ہے "نسخت الشمس الظل "یعنی سورج نے سایہ کو زائل کر دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿فَيَنسَخُ اللَّهُ ما يُلقِي الشَّيطٰنُ [1] ﴾ یعنی اللہ اس چیز کا ازالہ کر دیتا ہے جسے شیطان القاء کرتا ہے۔

2) دوسرا معنی نقل کرنا ہے یعنی کسی چیز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا یہ معنی قرآن میں بھی استعمال کیا گیا ہے: ﴿إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾[2] عربی محاورہ ہے "نسخت الكتاب" یعنی میں نے کتاب منتقل کر دیا۔

3) تیسرا معنی تحویل ہے یعنی کسی چیز کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پھیر نا جیسا کہ بولا جاتا ہے" تناسخ المواريث "یعنی میراث کو ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف پھیر دینا ۔

4) چوتھا معنی تبدیل یعنی کسی چیز تبدیل کرنا ہے باری تعالی کا ارشاد ہے﴿ وَإِذَا بَدَّلْنَا اٰية مَكَانَ اٰية وَاللهُ اَعلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ﴾[3] ترجمہ: ور جب ہم کسی آیت کی جگہ دوسری آیت بدل دیتے ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نازل فرماتا ہے، اسے وہ خوب جانتا ہے ۔

چنانچہ نسخ کے یہ معانی علامہ جلال الدین سیوطی[4] اور بدر الدین زرکشیؒ نے ذکر کیے ہیں"[5]

نسخ کی اصطلاحی تعریف

محققین سے نسخ کی متعدد تعریفات منقول ہیں علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں : "رَفْعُ الْحُكْمِ الشَّرْعِيِّ بِدَلِيلٍ شَرْعِيٍّ مُتَأَخِّرٍ"[6] نسخ ایک شرعی دلیل سے عبارت ہے جس سے سابقہ شرعی حکم کے عرصہ بعد دوسرا نیا اور آخری حکم ثابت ہوتا ہے۔ اسی سے ملتی جلتی تعریف علامہ زرقانی نے کی ہے اور علامہ جوینیؒ فرماتے ہیں:

" هُوَ الْخطاب الدَّال على رفع الحكم الثَّابِت بِالْخِطَابِ الْمُتَقَدّم على وَجه لولاه لَكَانَ ثَابتا مَعَ تراخيه عَنه"[7] یعنی نسخ شارع کا وہ خطاب ہے جس کے ذریعہ سابقہ خطاب شرعی سے ثابت حکم کا استمرار ختم کر دیا جائے

محمد علی الصابونی نے روائع البیان میں ابن حاجب کے حوالہ سے اسی طرح کی تعریف نقل کی ہے[8] ان تمام تعریفات کا حاصل یہ ہے کہ کسی حکم کی مدّت پوری ہو جانے کے بعد نئے حکم شرعی سے اسے تبدیل کرنا۔ ان تعریفات کی روشنی میں نسخ کے تحقق کے لیے درجہ ذیل باتوں کا ہونا ضروری ہے:

1) ناسخ و منسوخ کے زمانہ میں فصل ہونا چاہئیے یعنی منسوخ مقدم، ناسخ موخر ہو، تعریف میں لفظ "تراخی" کا اضافہ اسی غرض کے لیے ہے۔

2) ناسخ و منسوخ میں مغائرت ہونی چاہئیے یعنی دونوں دلائل میں ایسا حقیقی تعارض ہو کہ ایک کو دوسرے پر ترجیح یا تطبیق ممکن نہ ہو۔

3) نسخ کا تعلق حکم سے ہو اس لیے محققین "نسخ التلاوۃ" حقیقتاً نسخ نہیں سمجھتے بلکہ اسے نسخ صوری کہتے ہیں۔

4)منسوخ حکمِ شرعی ہونا چاہیئے، محض عقلی نہ ہو۔

متقدمین اور متاخرین کی اصطلاحات میں فرق

''نسخ'' کی تعریف میں متقدمین اور متاخرین علماء کے درمیان اختلاف ہے، متقدمین کے ہاں ''نسخ'' کے مفہوم میں وسعت ہے اس میں عام کی تخصیص اور مطلق کی تقید، قید، استثنیٰ، وغیرہ سب داخل ہیں جب کہ متاخرین انہیں نسخ نہیں کہتے۔ اگر آیت میں کسی عام حکم کی تخصیص لائی گئی ہو تو متقدمین علماء پہلی کو منسوخ اور دوسری کو ناسخ سمجھتے ہیں، مثلاً قرآن کریم کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ﴾[9] یعنی مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو، یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں،، یہ عام حکم ہے جس میں بت پرست، اہل کتاب، سب شامل ہیں اس کی تخصیص ﴿ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ﴾[10] اور (تمہارے لئے حلال ہیں) اہل کتاب میں سے باعفت عورتیں''، اس سے معلوم ہوا کہ پہلی آیت میں مشرک کی قید سے اہل کتاب کو نکال دیا لہٰذ دوسری آیت نے پہلی آیت کے عام حکم میں تخصیص پیدا کر دی اور بتا دیا ہے متقدین اسے ''نسخ'' کہتے ہیں۔ جب کہ متاخرین ''نسخ''، حکم کے کلی طور پر ختم ہونے کو کہتے ہیں اس لیے ان کے ہاں تخصیص یا تقیید کو ''نسخ'' نہیں کہ جاتا ان کے ہاں یہ نسخ نہیں ہے اور اصل حکم بدستور باقی ہے۔ اسی فرق کی وجہ سے متقدمین کے نزدیک منسوخ آیات کی تعداد زیادہ اور متاخرین کے نزدیک کم ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے ''الاتقان'' میں منسوخ آیات کی تعداد بیس بتائی ہے ابن عربیؒ بھی اسی کے قائل ہیں، جب کہ شاہ ولی اللہؒ نے تطبیق کے بعد یہ تعداد پانچ ذکر کی ہے۔ علامہ شاطبیؒ رحمۃ اللہ علیہ متقدمین کے موقف بیان کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

''وَذَلِكَ أَنَّ الَّذِي يَظْهَرُ مِنْ كَلَامِ الْمُتَقَدِّمِينَ أَنَّ النَّسْخَ عِنْدَهُمْ فِي الْإِطْلَاقِ أَعَمُّ مِنْهُ فِي كَلَامِ الْأُصُولِيِّينَ؛ فَقَدْ يُطْلِقُونَ عَلَى تَقْيِيدِ الْمُطْلَقِ نَسْخًا، وَعَلَى تَخْصِيصِ الْعُمُومِ بِدَلِيلٍ مُتَّصِلٍ أَوْ مُنْفَصِلٍ نَسْخًا، وَعَلَى بَيَانِ الْمُبْهَمِ وَالْمُجْمَلِ نَسْخًا، كَمَا يُطْلِقُونَ عَلَى رَفْعِ الْحُكْمِ الشَّرْعِيِّ بِدَلِيلٍ شَرْعِيٍّ مُتَأَخِّرٍ نَسْخًا''[11]

نسخ کی حکمتیں:

محققین نے نسخ کی درج ذیل حکمتیں بیان کی ہیں:

1۔ قرآن مجید کی تلاوت اَحکام کے جاننے اور اَجر کے لیے کی جاتی ہے اسی وجہ سے حکم منسوخ ہونے کے باوجود تلاوت کو برقرار رکھا گیا۔

2۔ حکم میں نسخ تخفیف کیلئے ہوتا ہے جو اللہ کی طرف سے بندوں پر انعام ہے انعامات کی یاد دہانی کے لیے منسوخ آیات کی تلاوت کو باقی رکھا۔

علامہ سیوطیؒ نسخ کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" أن القرآن كما يتلى ليعرف الحكم منه والعمل به فيتلى لكونه كلام الله فيثاب عليه فتركت التلاوة لهذه الحكمة. والثاني: أن النسخ غالباً يكون للتخفيف، فأبقيت التلاوة تذكيراً للنعمة ورفع المشقة"[12]

جب کہ مفتی محمد تقی عثمانی فرماتے ہیں:

"قرآنِ مجید میں منسوخ الحکم آیات کو باقی رکھنے میں بہت سی مصلحتیں ہو سکتی ہیں، مثلاً اس سے احکامِ شریعہ میں تدریج کی حکمت واضح ہوتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنے احکام کا پابند بنانے میں کس حکیمانہ طریقے سے کام لیا ہے۔ نیز اس سے شرعی احکام کی تاریخ کا علم ہوتا ہے اور یہ واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں پر کب اور کیا، کیا حکم نافذ کیا گیا"۔[13]

نسخ کے ارکان اور شرائط:

نسخ کے ارکان دو یعنی: ناسخ اور منسوخ ہیں البتہ شرائط متعدد جو ذیل میں بنیادی ہیں:

۱) منسوخ حکمِ شرعی ہو، محض عقلی نہ ہو

۲) نسخ کا تعلق فروعی احکام سے ہو، اعتقادات سے ہو

۳) منسوخ حکم کی مشروعیت و غیر مشروعیت دونوں کا احتمال ہو دونوں میں سے کوئی ایک متعین نہ ہو مثلاً ایمان یا کفر

۔

۴) نسخ پر کوئی دلیل موجود ہو۔

۵) ناسخ و منسوخ کے زمانے فصل ہو اور ناسخ منسوخ سے مؤخر ہو۔

۶) ناسخ و منسوخ اپنے ثبوت میں مساوی ہوں۔

۷) دونوں میں مغائرت ہو۔

۸) مکلف اس عمل کے منسوخ ہونے سے باخبر ہو وہ عمل فرد نے کا ہو یا جماعت کا۔

۹) منسوخ حکم ابتدا سے مطلق ہو یعنی کسی وقت سے مقیّد نہ کیا گیا ہو۔

۱۰) منسوخ حکم کی ابدیّت شارع سے ثابت نہ ہو اس لیے آپ ﷺ کے رحلت فرما جانے کے بعد نسخ کا احتمال ختم ہو گیا۔

۱۱) پہلا حکم شارع کے حکم سے منسوخ ہوا ہو موت یا سماوی آفات سے نہ ہوا ہو۔[14]

نسخ کی قسمیں

نسخ کی مختلف قسمیں ہیں جن میں پہلی قسم تلاوت و حکم دونوں منسوخ ہوں اس کی مثال حضرت عائشہؓ کی روایت ہے: ''كَانَ فِيمَا أُنْزِلَ مِنَ الْقُرْآنِ عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُومَاتٍ يُحَرِّمْنَ. ثُمَّ نُسِخْنَ بِخَمْسٍ مَعْلُومَاتٍ فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- وَهُنَّ فِيمَا يُقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ''[15]

ترجمہ: حرمت رضاعت کے ثابت ہونے کے لیے قرآن میں دس گھونٹ پینے کا حکم تھا دودھ پی لے پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا اور پانچ گھونٹ پینا موجب حرمت ٹھہرا پس رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے اور یہ چیز قرآن میں تلاوت کی جاتی تھی۔۔۔الخ

اس حدیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دس گھونٹ کا حکم منسوخ ہو گیا اور تلاوت بھی محو کر دی گئی اور جہاں تک پانچ رضاعت کا تعلق ہے تو اس کی تلاوت نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے آخری زمانے میں منسوخ ہو گئی تھی۔ لیکن اس کا حکم باقی ہے جو آپ ﷺ نے حدیث کے ذریعے امت پر واضح کر دیا۔

دوسری قسم تلاوت منسوخ ہو لیکن حکم برقرار ہو۔ اس کی مثال آیت رجم ہے جس کا ثبوت حضرت عمرؓ کی یہ حدیث ہے:''إِنَّ اللَّهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ ، وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ ، فَكَانَ مِمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ آيَةُ الرَّجْمِ ، فَقَرَأْنَاهَا ، وَعَقَلْنَاهَا ، وَوَعَيْنَاهَا ، رَجَمَ وَرَجَمْنَا بَعْدَهُ ، فَأَخْشَى إِنْ طَالَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ أَنْ يَقُولَ قَائِلٌ : وَاللَّهِ مَا نَجِدُ آيَةَ الرَّجْمِ فِي كِتَابِ اللَّهِ ، فَيَضِلُّوا بِتَرْكِ فَرِيضَةٍ أَنْزَلَهَا اللَّهُ . . .[16]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ پر کتاب نازل فرمائی تو جو کچھ اللہ نے آپ پر نازل کیا اس میں آیت رجم بھی ہے۔ ہم نے اس آیت کی تلاوت کی اور اس کو محفوظ کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے خود رجم فرمایا اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے بعد رجم کیا لیکن مجھے خوف ہے کہ جب لوگوں پر زیادہ زمانہ گذر جائے گا تو کہنے والا یہ نہ کہے کہ کتاب اللہ میں ہمیں آیت رجم نہیں ملتی۔ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ اس فریضہ کو ترک کر کے ضلالت و گمراہی میں جا پڑیں گے۔

تیسری قسم حکم منسوخ ہو اور تلاوت باقی ہو اس کی مثال قرآن کی آیت

﴿ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنه فِدْية طَعَامُ مِسْكِيْن﴾[17] ترجمہ: اور جو لوگ اس (روزے) کی طاقت رکھتے ہوں وہ ایک مسکین کو فدیہ کے طور پر کھانا کھلا دیں۔

یہ ابتدائی حکم نو مسلموں کی سہولت کی خاطر دیا گیا تھا جو تقریباً ایک سال تک نافذ رہا اس کے بعد یہ حکم نازل ہوا::

﴿فَمَنْ شهد مِنْكُمُ الشهرَ فَلْيَصُمه﴾[18] ترجمہ: تو جو بھی اس ماہ میں موجود ہو وہ اس کے روزے ضرور رکھے۔ ابتدائی حکم منسوخ ہونے کے باوجود اس کی تلاوت ابھی تک موجود ہے۔

نسخ کی صورتیں

نسخ کی چار صورتیں ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہیں:

نسخ القرآن بالقرآن: قرآن کے ایک حکم کو دوسرے حکم سے منسوخ کرنا نسخ کی یہ صورت بالاتفاق جائز ہے۔

نسخ القرآن بالحدیث: قرآن کی کسی آیت کو حدیث سے منسوخ کرنا اس میں علماء کا اختلاف ہے، امام شافعیؒ اسے جائز نہیں سمجھتے کیونکہ ناسخ کا منسوخ سے اقویٰ یا مساوی ہونا ضروری ہے۔، جبکہ جمہور کے نزدیک یہ جائز ہے کیونکہ حدیث کے الفاظ تو رسول اللہ ﷺ کے ہیں لیکن حکم اللہ کی طرف سے ہے۔ چنانچہ علامہ زرکشی لکھتے ہیں:

> واختلف في نسخ الكتاب بالسنة قال ابن عطية حذاق الأمة على الجواز وذلك موجود في قوله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لا وصية لوارث".وأبى الشافعي ذلك والحجة عليه من قوله في إسقاط الجلد في حد الزنا عن الثيب الذي رجم فإنه لا مسقط لذلك إلا السنة فعل النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"[19]

اور اسی کو علامہ صابونی نے بیان کیا ہے[20]

نسخ الحدیث بالحدیث: یعنی حدیث کو حدیث سے منسوخ کرنا

نسخ الحدیث بالقرآن: حدیث کا حکم کو کتاب اللہ کے ذریعہ منسوخ کرنا یہ الاتفاق جائز ہے۔

نسخ کا حکم

نسخ کے حکم کے بارے میں محققین کی آراء مختلف ہیں **ابو مسلم اصفہانی** نسخ کے قائل نہیں ان کا استدلال: ﴿ لَا يَاتِيه البَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيه وَلَا مِنْ خَلفه تَنْزِيْلٌ مِنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ﴾[21] ترجمہ: اس کے پاس باطل پھٹک بھی نہیں سکتا

نہ اس کے آگے سے، نہ اس کے پیچھے سے، یہ ہے نازل کردہ حکمتوں والے، خوبیوں والے (اللہ) کی طرف سے۔ **یہود**: نسخ کو عقلا ٹھیک نہیں سمجھتے ان کا خیال ہے کہ "نسخ" اللہ کی رائے کی تبدیلی یا اس کا حکم کے نقصان سے بے خبری کا نام ہے جو (معاذاللہ) جہالت کو مستلزم ہے اس لیے اس کا وقوع جائز نہیں اسے "بدا" بھی کہا جاتا ہے۔ **جمہور**: کا موقف یہ ہے کہ نسخ کا وقوع عقلاً اور شرعاً دونوں طرح جائز ہے اور اسی پر امت کا اجماع ہے چنانچہ علامہ سیوطی فرماتے ہیں۔ "أَجْمَعَتِ الْأُمَّة عَلَىٰ جَوَازِ النَّسْخ" ترجمہ: امت کا نسخ کے جواز پر اجماع ہے۔ علامہ آمدی لکھتے ہیں:

"وقد اتفق أهل الشرائع على جواز النسخ عقلاً وعلى وقوعه شرعاً ولم يخالف في ذلك من المسلمين سوى أبي مسلم الأصفهاني فإنه منع من ذلك شرعاً وجوزه عقلاً ومن أرباب الشرائع سوى اليهود فإنهم انقسموا ثلاث فرق: فذهبت الشمعنية إلى امتناعه عقلاً وذهبته العنانية منهم إلى امتناعه سمعاً لا عقلاً وذهبت العيسوية إلى جوازه عقلاً ووقوعه سمعاً واعترفوا بنبوة محمد صلى الله عليه وسلم لكن إلى العرب خاصةً لا إلى الأمم كافةً"[22]

جمہور کے دلائل

جمہور کی جانب سے اپنے موقف میں پیش کیے گئے دلائل کا خلاصہ درج ذیل ہے:
﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِها نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْها أَوْ مِثْلِها أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّه عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾[23]
ترجمہ: جو منسوخ کرتے ہیں ہم کوئی آیت یا بھلا دیتے ہیں، تو بھیج دیتے ہیں اس سے بہتر یا اس کے برابر، کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ مذکورہ آیت سے استدلال یوں ہے کہ جب کسی آیت میں نسخ پایا جائے تو ضرور اس سے کوئی بہتر حکم آئے گا، یا اس جیسا یا ثواب میں اس سے بڑھ کر یہ اس چیز میں ہوتا ہے جو عقلا جائز ہو نہ کہ وہ جو عقلا محال ہو۔

دوسری دلیل ﴿وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَكَانَ آيَةٍ وَاللَّه أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مُفْتَرٍ بَلْ أَكْثَرُهمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾[24] ترجمہ: اور جب ہم بدلتے ہیں ایک آیت کی جگہ دوسری آیت، اور اللہ خوب جانتا ہے، جو اتارتا ہے، تو کہتے ہیں تو بنالاتا ہے، یہ بات نہیں، پر اکثروں کو ان میں خبر نہیں، اس سے استدلال یوں ہے کہ اس آیت میں "رفع حکم" کا ذکر ہے ضروریا تو حکم مرفوع ہو جائے گا یا تلاوت مرفوع ہو جائے گی اور یہی تو نسخ ہے۔ علامہ رازی نے ان میں

نسخ شریعت کا اضافہ کیا ہے جس کا مطلب یہ کہ نبی کریم ﷺ کی شریعت دیگر شریعتوں کے نسخ کے بعد ہی درست ہو سکتی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نسخ عقلاً و نقلاً دونوں طرح درست ہے۔[25]

خلاصہ کلام

نسخ مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور تمام معنی درست ہیں۔ لیکن اس کے معنی میں متقدّمین اور متاخرین میں اختلاف پایا جاتا ہے نسخ کے متقدّمین نے اس کے معنی وسعت سے کام لیا ہے اور متاخرین نے اس کے معنٰی کو محدود کیا ہے جس کا لازم نتیجہ منسوخ آیات کی تعداد میں کمی اور زیادتی کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے۔، جس میں ایک ہی مسئلہ (موضوع) پر ایک سے زائد آیات نازل ہونے کی صورت میں پہلی نازل شدہ آیت منسوخ سمجھی جاتی تھی۔ اس وجہ سے متاخرین کے نزدیک قرآن میں منسوخ آیات ایک بڑی تعداد تھی۔ بعد میں آنے والے مستند علماء امام سیوطیؒ نے قرآن میں منسوخ آیات کی تعداد بیس (20) لکھی ہے، جبکہ شاہ ولی اللہؒ کے مطابق یہ تعداد صرف پانچ (5) ہے۔ بعد والے علماء کرام نے اسے مزید واضح کیا ہے کہ ان میں سے بعض آیات منسوخ خیال نہ کرتے ہوئے بڑی آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے۔ باوجود اسکے کہ معتزلہ کے برخلاف تمام علماء اہلسنت اس بات پر آج تک متفق ہیں کہ قرآن میں چند آیات منسوخ ہوئی ہیں۔

References

[1] Ḥajj:52
[2] Jāsia:29
[3] Naḥal:101
[4] Suyūṭī Jalāludīn,Al-itqān fī ‘ulūm ul qurān ,Maktba Al tijāria
[5] Zarkshī,Badruddīn, Al-burhān fī ‘ulūm ulqurān,DārAl Turas ,Qāhira:1984,Vol:2,pg:28
[6] Shātibi ,Ibrahīm Bin Mūsā,Al-Mowāfiqāt, Dār ibn ‘affān,Saūdī,1997,Vol:3,pg:344
[7] Jowainī,Abdul Malik Bin Abduallah,Al-wrqat,Dar Al Turas,Qāhira,1977,pg:21
[8] Sābūnī,Muḥammad ‘Alī,Rwāi‘Al Bayān fī Tafsīr Aāyāt Al Aḥkām,Maktaba Ghazli,Damishq:1980,Vol:1,Pg::90
[9] Baqra:221
[10] Mā’ida:5

[11]Al-mowāfaqāt, ,Vol:3,Pg:344
[12] Al Itqān fī ‘ulūm Alquran , Vol:2,Pg:23
[13] Uthmānī, Muḥammad Taqi,‘Ulūm Al Quran,Maktaba Dār Al ‘Ulūm,Karachi,1415, pg:165
[14] Ibn Ḥazam,Abū Muḥammad ‘Alī,Al Nāsikh wl Mansūkh fī Al Quran Al karīm,Dār Al kutub Al ‘lmīya,Barūt:Pg:7
[15] Nasā’ī,Abū Abdurhmān Aḥmad,Sunan sughra,Maktaba Al Maṭbū‘āt Al Islamia,Ḥilb,1986,Vol:6,Pg:100
[16] Baghavī,Abū Muḥammad Al Ḥasnian,Sharḥ Al sunna,Al-maktaba Al Islami,Damishaq:1983,Vol:10,pg:280
[17] baqara:184
[18] baqara:185
[19] Al-burhan fi uloom ulquran,Vol:2,pg:32
[20] Sābūnī,Muḥammad ‘Alī,Al Ṭibyān fī ‘ulūm Al quran,Maktba Bushra,Karachi:2011,pg:72
[21] fuṣṣilat:42
[22] Al-burhan fī ‘ulūm Al quran, ,Vol:2,pg:32
[23] Baqra:106
[24] Naḥal:101
[25] Al-Ḥantūr,Maḥmūd Muḥammad,Al-Naskh End Al razī,Makatba Al Adab,Berūt:2002,pg:50